(۱۱)

(فرمودہ ۲۹۔ مئی ۱۹۲۲ء بمقام باغ حضرت مسیح موعودؑ ۔ قادیان)

میں نے پہلے بھی مختلف موقعوں پر آپ لوگوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ عید اپنے اندر سبق رکھتی ہے اور وہ انسان کسی کام کا نہیں جو عبرت پر سے گذرے اور عبرت حاصل نہ کرے اور جو شخص خوشی کی باتوں سے عبرت حاصل نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کو رنج سے عبرت دلاتا ہے۔ مومن چھوٹی سے چھوٹی باتوں سے عبرت حاصل کرتا ہے۔ عید اپنے اندر کئی ایک عبرتیں رکھتی ہے اور میں ان میں سے بعض کی طرف اس وقت آپ لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ اگر آپ ان سے فائدہ اٹھائیں گے تو ایسی عظیم الشان تبدیلی پیدا ہو گی اور اس قدر تغیرات ظاہر ہونگے کہ آپ کے لئے حقیقی عید آجائے گی۔

میں نے بارہا بتایا ہے کہ جب تک دل کی خوشی نہ ہو عید نہیں ہوتی۔ دیکھو۔ کیا جن کے گھر میں ماتم ہو وہ بھی عید منا سکتے ہیں۔ وہ گھر جس کے اندر لاش رکھی ہو اس کے لئے عید نہیں دنیا کی خوشی ان کے لئے خوشی نہیں۔ وہ عورت جو اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے خاوند کی لاش دیکھ رہی ہو اگر اس کے سامنے تمام دنیا کے بادشاہ بھی مل کر خوشی منائیں اور اپنی مسرت کے نعروں سے آسمان سر پر اٹھالیں تو بھی اس کے رونے کی آواز کو نہیں دبا سکتے کیونکہ اس کو صدمہ ہے۔ اسی طرح وہ بچہ جس کی بچپن کی عمر میں کوئی خبر لینے والا نہ رہے جب باپ کی لاش سامنے دیکھ رہا ہو تو کوئی دنیا کی خوشی اسے خوش نہیں کر سکتی۔ پس جس کا دل زخمی ہو اس کے لئے کوئی خوشی خوشی نہیں ہوتی۔ ایک صاحبِ تاج و تخت جس کے ارد گرد ہزاروں لوگ جمع ہوں اور جسے ہر قسم کے سامان تعیّش حاصل ہوں اس پر اگر ایک خطرناک غنیم چڑھا آرہا ہو تو یہ آنے والی مصیبت ڈرانیوالی شکل میں اس کی تمام راحت کو تکلیف سے بدل دیتی ہے۔ اس خطرے کی موجودگی میں کوئی چیز اس کو خوش نہیں کر سکتی۔

عید دل کی خوشی کا نام ہے۔[1] اور جس کا دل خوش نہیں اس کے لئے کوئی عید نہیں۔ اب میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ لوگ جو آج خوش ہیں اور تم میں سے ہر ایک کہتا

ہے کہ آج عید ہے کیا کل کے اور آج کے دن میں کوئی فرق ہے؟ جیسا کل تھا ویسا ہی آج ہے وہی حالت ہے۔ پھر کیا اس لئے خوشی ہے کہ **بعضوں** نے عمدہ کپڑے پہنے ہیں یا کیا اس بات کی خوشی ہے کہ بعض نے عمدہ کھانے تیار کئے ہیں۔ اگر یہی ہے تو کیا کل نئے کپڑے نہیں پہنے جا سکتے تھے یا اچھے کھانے نہیں پکائے اور کھائے جا سکتے تھے پھر آج کیوں خوش ہو۔ کیا اس لئے کہ لوگ جمع ہوئے ہیں مگر کیا کل جمع نہیں ہو سکتے تھے۔ پھر جانتے ہو کہ آج تمہاری خوشی کا کیا سبب ہے تمہارے آج خوشی محسوس کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تم پر خدا کی طرف سے ایک فرض عائد کیا گیا تھا وہ تم نے پورا کر لیا ہے اس لئے تم خوش ہو اور یہ ایسی بات ہے کہ اس پر تم جس قدر خوشی مناؤ جائز ہے۔ پس عید خوشی ہے مگر اس کے لئے جس نے خدا کے حکم کو پورا کیا۔ تمہیں رمضان میں روزے رکھنے کا حکم تھا، تمہیں ایک خاص وقت سے خاص وقت تک کھانے سے منع کیا گیا تھا، تمہیں حکم تھا کہ بیوی سے تعلقات چھوڑو سوائے اس وقت کے جس میں تم کو اجازت تھی۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ تم اس سے دعائیں کرو اور اس کی زیادہ سے زیادہ عبادتیں کرو سوائے مجبوری کے۔ ؎ اگر کسی شخص نے ان احکام کو نہیں پورا کیا، کھانا پینا ایک خاص وقت تک نہیں چھوڑا، خدا تعالیٰ سے دعائیں نہیں کیں، عبادتوں میں وقت نہیں لگایا تو وہ کیسے خوش ہو سکتا ہے اس کی خوشی کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ اور وہ شخص مجنون ہوتا ہے جو بِلا وجہ خوش ہوتا ہے۔ یہاں ایک عورت ہمارے مزارعوں میں سے ہی تھی۔ میں جن دنوں حضرت خلیفہ اول سے پڑھتا تھا وہ آپ کے پاس آئی۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ آؤ میاں آج تمہیں ایک بات بتائیں۔ آپ نے اس عورت سے دریافت کیا کہ تیرے بھائی کا کیا حال ہے۔ وہ عورت ہنسی اور اتنا ہنسی کہ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور پھر ہنستے ہنستے ہی اس نے کہا کہ وہ تو مر گیا ہے۔ میں حیران ہوا کہ یہ ہنسنے کی کیا بات ہے۔ پھر آپ نے اس کے ایک اور رشتہ دار کے متعلق پوچھا تو وہ اسی طرح ہنسی اور کہا کہ وہ بھی مر گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے مجھے فرمایا اسے مرض ہے اور اسے ہنسنے کا جنون ہو گیا ہے۔ تو بے موقع خوشی جنون کی علامت ہے۔ وہ لڑکا جس نے اپنا سبق یاد نہیں کیا۔ وہ امتحان کے سر پر آنے سے خوش نہیں ہو گا بلکہ وہی لڑکا سکول جانے اور امتحان میں شامل ہونے سے خوش ہو گا جس نے سبق یاد کیا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جب میں سبق سناؤں گا تو استاد خوش ہو گا اور میری تعریف کرے گا لیکن جس نے سبق یاد نہیں کیا وہ اگر خوش ہو گا تو مجنون ہو گا۔

7

پس وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کی اس کے لئے تو آج خوشی ہے مگر جس نے احکام الٰہی کی پیروی نہیں کی اس کے لئے ماتم ہے کیونکہ یہ حساب کا دن ہے۔ لوگ جمع ہیں ہر ایک شخص کا لباس اور اس کی حالت بتا رہی ہے کہ وہ حساب دینے کے لئے حاضر ہے اور آج یوم الحساب ہے اور اس حالت نے حشر کا نظارہ پیدا کر دیا ہے۔ پس وہ شخص جس نے کچھ کام نہیں کیا اور احکام کو نہیں مانا اس کے لئے رونے کا دن ہے نہ کہ خوش ہونے کا اور جس نے ان احکام کو پورا کیا ہے میں تمہیں کہتا ہوں کہ اسی کی عید آج حقیقی عید ہے اور اس کی خوشی سچی خوشی ہے۔

یاد رکھو کہ عید میں روحانی ترقی کے ذرائع ہیں اور اس میں روحانی ترقی کے لئے مشق کرائی جاتی ہے۔ جو لوگ سارے سال میں تہجد نہیں پڑھ سکتے وہ کم از کم رمضان میں تہجد ضرور پڑھتے ہیں اور ان کا رمضان کے ایک مہینہ میں تہجد پڑھنا گواہی ہو جاتا ہے ان کے خلاف کہ تہجد پڑھنا مشکل کام نہیں۔ جو لوگ راتوں کو تہجد کے لئے اس لئے نہیں اٹھتے کہ وہ اٹھ نہیں سکتے اور جو لوگ سردی کی چودہ چودہ گھنٹے کی راتیں بستروں میں گزار دیتے ہیں اور اٹھ کر تہجد نہیں پڑھتے خدا کے مجرم ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے عمل سے بتا دیا ہے کہ وہ گرمی کی آٹھ آٹھ گھنٹے کی راتوں میں جب مہینہ بھر اٹھتے رہے ہیں تو چودہ گھنٹے کی رات میں کیوں نہیں اٹھ سکتے۔ کیا وہ شخص جو آٹھ گھنٹے کی رات میں سحری کے لئے اٹھتا ہے اور ساتھ ہی تہجد بھی پڑھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں پندرہ گھنٹہ کی رات میں نہیں اٹھ سکتا۔ اگر تم نہیں اٹھ سکتے تھے تو آٹھ گھنٹہ کی رات میں کیسے اٹھے۔ پس اس طرح تم اللہ تعالیٰ کے حضور اقراری مجرم ہو گئے۔

اس لئے میں کہتا ہوں کہ رمضان اور عید سے سبق حاصل کرو۔ میں نے اسی لئے کل ہدایت کی تھی کہ پہلے کی طرح آج کی رات بھی اٹھو' تہجد پڑھو اور دعائیں کرو [۳] کیونکہ ہمارے بزرگوں کا طریق تھا کہ جب کوئی نیک کام کرتے تھے تو پھر دوبارہ شروع کر دیتے تھے تا سلسلہ نہ ٹوٹے۔ لوگ عموماً عید کی رات کو زیادہ سوتے ہیں حالانکہ اس رات میں زیادہ جاگنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت خلیفہ اول کا قاعدہ تھا کہ آپ جب قرآن کریم ختم کرتے تو خاتمہ کے ساتھ پھر سورۃ فاتحہ پڑھتے تا کہ قرآن کریم کا سلسلہ پھر شروع ہو جائے۔ اسی طرح جب رمضان ختم ہو گیا اور شوال شروع ہوا تو میں نے چاہا کہ رمضان کے بعد شوال کے پہلے دن لوگوں کو کھڑا کر دوں تا کہ دوسرا باب شروع ہو جائے اور نیکی کا سلسلہ ٹوٹ نہ جائے۔

پس چونکہ آپ لوگ رمضان کے تیس دن کے علاوہ ایک دن شوال کا بھی جاگے ہو اور یہ کُل اکتیس دن ہو گئے۔ اب بقیہ گیارہ مہینوں میں رات کو اٹھنا تمہارے لئے کیا مشکل ہے سوائے بیماری کے جس میں نماز کے فرائض بھی جمع کرنے کی اجازت ہے اور کوئی مجبوری نہیں۔

پس چونکہ تہجد کا پڑھنا خدا کے قرب کے حصول کے لئے بہت بڑا مددگار ہے۔ رسول کریم ﷺ نے ایک صحابیؓ کے متعلق فرمایا کہ فلاں شخص بہت اچھا ہے بشرطیکہ رات کو اٹھے۔ ؎ اس لئے اس سلسلہ کو جاری رکھو اور رمضان میں جو کام تم نے شروع کیا ہے اسے ختم نہ ہونے دو۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جب کہ دوسروں میں نماز پڑھنے والے بھی زیادہ نہیں ہم میں تہجد پڑھنے والوں کی معقول تعداد ہے۔ اور تہجد خدا کے فضلوں میں سے ایک فضل ہے اور قرآن کریم میں اس کا ذکر ہے۔ اور اس کو اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلاً ؎ کہا گیا ہے۔ یعنی تہجد نفس کی اصلاح کے لئے ایک بہترین آلہ ہے اور اس سے تمام اعمال درست ہوتے ہیں۔ اور انسان کے اندر یہ طبعی تقاضا ہے کہ خوبی کی طرف دوڑتا اور خوبصورت چیز کو پسند کرتا ہے۔ اگر تم جنگل میں جاؤ اور وہاں پھولوں کو دیکھو تو ان کو پسند کرو گے اور ان کی طرف دوڑو گے۔ پھر خدا نے تمہاری ہدایت کا جو باغ لگایا اور تمہاری روحانیت کی ترقی کے لئے اس میں پھول پھل لگائے پھر کیونکر ممکن ہے کہ تم اس کی طرف نہ دوڑو۔ تو آپ لوگوں میں اکثر نے روزے رکھے اور اس مہینہ میں اکثر وقت عبادت میں گذارا۔ اس کا لطف اٹھایا اور خدا تعالیٰ جو تمام حسینوں سے زیادہ حسین اور تمام خوبصورتیوں کا خالق ہے اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اب میں آپ کو ہدایت کرتا ہوں کہ آپ میں سے جن کو عادت نہیں تھی وہ بقیہ گیارہ مہینے کے لئے بھی تہجد پڑھنے کی نیت کرلیں۔ اگر کبھی نہ اٹھ سکیں تو کچھ حرج نہیں مگر نیت ضرور کریں پھر اللہ تعالیٰ ان کو توفیق دے گا۔

دوسرا سبق اس میں یہ ہے کہ بہت سے لوگ چھوٹی چھوٹی تکلیف سے ڈرتے ہیں ایسے لوگوں نے مہینہ بھر کے روزے رکھے اور تکلیف برداشت کی ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ وہ بھوک کی تکلیف برداشت کرسکتے ہیں اور شدید گرمی میں جب کہ دم بہ دم ہونٹ خشک ہوتے ہیں روزہ داروں نے پیاس کی تکلیف برداشت کی ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ پیاس کی تکلیف بھی برداشت کرسکتے ہیں اور جب کہ گرمی کی چھوٹی رات میں اٹھ سکتے ہیں تو سردی کی لمبی

راتوں میں ضرور اٹھ سکتے ہیں۔ تم نے یہ سب کچھ کر کے دیکھ لیا اور ایک حد تک تکلیف کے برداشت کرنے کی عادت بھی تمہیں ہو گئی ہے اس سے سبق لینا چاہئے اور دینی خدمات کو زیادہ جوش کے ساتھ بجالانا چاہئے اور تکالیف اور مشکلات سے نہیں ڈرنا چاہئے۔ دیکھو کسی کام کا ارادہ کرنے اور نہ کرنے میں کتنا فرق ہوتا ہے۔ چونکہ رمضان کے دنوں میں نیت کی گئی تھی کہ ہم بھوک پیاس کو برداشت کریں گے اس لئے پندرہ پندرہ گھنٹے کی بھوک پیاس برداشت کی گئی مگر دوسرے دنوں میں جب کہ یہ نیت نہیں ہوتی دو گھنٹے بھی برداشت نہیں کی جا سکتی۔ تو نیت اور ارادہ سے بڑے سے بڑا کام بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اب نیت اور ارادہ کو پختہ کر لو کہ خدا کے دین کی اشاعت کے لئے غفلت نہیں کریں گے اور دین کے معاملہ میں کسی تکلیف کو تکلیف نہیں خیال کریں گے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔ ۶ قرآن کریم میں تو اس طرح ذکر نہیں ہے قصوں میں آتا ہے کہ ان کے لئے آگ جلائی گئی تھی جس میں ڈال دیئے گئے مگر وہ آگ ان کے لئے باغ ہو گئی۔ ۷ لیکن دین کے لئے آگ میں پڑنا بہشت میں داخل ہونا ہوتا ہے اور دین کے لئے کوئی تکلیف تکلیف نہیں ہو سکتی۔ خدا کے لئے آگ میں پڑنا جنت میں داخل ہونا ہوتا ہے اور خدا کے لئے مرنا درحقیقت زندہ ہونا ہے۔ ۸ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے پوچھا کہ اگر دین کے لئے لڑتے ہوئے مر گئے تو کیا ہو گا فرمایا کہ جنت ملے گی۔ ۹ احد کے موقع پر جب کہ بعض صحابہ سر ڈالے بیٹھے تھے اور انہی میں حضرت عمرؓ بھی تھے تو ایک صحابیؓ نے پوچھا جو کھجوریں کھا رہے تھے کہ آپ اس طرح کیوں بیٹھے ہیں حضرت عمرؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں ان صحابی نے کہا اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو ہم کیوں بیٹھے ہیں چلو ہم بھی چلیں یہ کہہ کر کھجوریں پھینک کر میدان جنگ میں چلے گئے اور اس قدر لڑے کہ شہید ہو گئے اور جب ان کی لاش ملی اور ان کے جسم کے زخم شُمار کئے گئے تو ستر زخم تھے۔ ۱۰ پس جو لوگ دین کی خدمت کی نیت اور ارادہ کر لیتے ہیں ان کی موت ان کے لئے باغ ہو جاتی ہے۔

ایک عورت جو اپنے بچہ کی صحت اور اس کی تربیت کے خیال سے سردی کی رات کو اس لئے جاگتی ہے کہ بچہ کہیں پیشاب نہ کر دے اور اس کا بستر بھیگ جائے جس سے اس کو تکلیف ہو۔ یا اس کے جسم کو کپڑے سے ڈھانکتی ہے کہ سردی نہ لگ جائے۔ اگر کوئی شخص اس کو نصیحت کرے کہ بی بی کیوں تکلیف اٹھاتی ہے سو جا تو وہ اس خیر خواہی کی نصیحت پر بجائے

خوش ہونے کے ایسے شخص کو بددعائیں دے گی کیونکہ وہ اس تکلیف کو تکلیف نہیں خیال کرے گی۔ یا ایک طالب علم جو تعلیم کے فوائد سے واقف ہے راتوں کو جاگتا ہے وہ اس تکلیف کو تکلیف نہیں خیال کرتا۔ اس طرح وہ تکلیف جو خدا کے دین کی خدمت کرنے پر ملے یا آگ میں پڑنا پڑے وہ تکلیف درحقیقت تکلیف نہیں۔ تم نے خدمتِ دین کے لئے مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر اقرار کیا ہے کہ تم دین کے مقابلہ میں دنیا کی پروا نہیں کرو گے اور تکالیف سے گھبرا کر دین کا پہلو نہیں چھوڑو گے۔ [۱] تم نے جو قصد اور ارادہ کیا ہے اگر تم اس کو پورا کرو تو یہ بڑی خوشی کی بات ہے اور اس سے بڑی نعمت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ وہ ارادہ یہ ہے کہ تم خدا کے حاصل کرنے کے لئے ہر ایک تکلیف کو خوشی سے برداشت کرو گے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک عورت اپنے بچے کی راحت کے لئے تو تکلیف اٹھا سکتی ہے اور ایک طالب علم ایک زبان سیکھنے کے لئے جو زیادہ سے زیادہ تیس چالیس سال کے لئے اس کو نفع دے سکتی ہے مشقّت برداشت کر سکتا ہے لیکن تم خدا کے حاصل کرنے کے لئے کوئی بڑی سے بڑی تکلیف نہیں برداشت کر سکتے حالانکہ اس راہ میں جو تکلیف ہو وہ ہے ہی کیا اور کتنی کیونکہ اس کا نتیجہ ابدی راحت اور آرام ہے۔ پس یقیناً جان لو کہ خدا کے لئے تکلیف اٹھانا بڑی نعمت اور بڑا آرام ہے۔ خدا کے لئے بھوکا رہنا لذیذ ترین کھانا کھانے سے زیادہ اچھا ہے۔ جو خدا کے لئے ننگا رکھا جائے خدا اس کو ننگا نہیں رکھے گا اور کسی عزیز کی محبت خدا کی محبت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ پس جو خدا کے لئے عزیزوں کو چھوڑتا ہے خدا تعالیٰ اس کو بہت سے اعلیٰ درجہ کے محبت کرنے والے دیتا ہے جو خدا کے لئے وطن چھوڑتا ہے خدا اس کو بہتر وطن دیتا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کا ذکر ہے آپ کے ایک بیٹے اسلام لانے میں پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ کہا کہ میں ایک دفعہ جنگ کے موقع پر اگر چاہتا تو آپ کو مار ڈالتا (کیونکہ وہ کافروں کی طرف سے جنگ کر رہے تھے اور حضرت ابوبکرؓ مسلمان تھے) مگر میں نے باپ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! اگر میں تمہیں دیکھتا تو ضرور مار ڈالتا۔ [۲]

جو شخص خدا کے لئے اپنے کھانے پینے، عزیز و اقارب، گھربار اور وطن، جائدادیں اور املاک چھوڑتا ہے خدا اس کی کسی ایک چیز کو بھی ضائع نہیں کرتا بلکہ جو کچھ وہ قربان کرتا ہے وہ ایک بیج کی مانند ہوتا ہے جسے خدا تعالیٰ کئی گنا بڑھا کر اس کو واپس دیتا ہے۔ [۳] اور اس سے بہت بہتر انعام عطا فرماتا ہے۔ صحابہؓ نے خدا کے لئے قربانیاں کیں مگر جو کچھ ان کو خدا کی طرف

سے دیا گیا' اس کے مقابلہ میں وہ قربانیاں بہت ادنیٰ درجے کی تھیں۔ غور تو کرو۔ صحابہؓ نے کیا قربانی کی۔ انہوں نے اپنا وطن چھوڑا مگر خدا نے اس کے بدلے میں انہیں کیا دیا۔ بیشک صحابہؓ نے وطن چھوڑا تھا مگر غلامی کی حالت میں چھوڑا تھا۔ پھر انہیں حاصل ہو گیا اور حکمران کی حالت میں حاصل ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ [۱۴] نے غلامی کی حالت میں وطن چھوڑا تھا۔ مگر دوبارہ وہ مکہ میں بادشاہ ہونے کی حیثیت میں داخل ہوئے کیا ان کی قربانی ضائع گئی؟ پھر انہوں نے جائدادیں اور مال چھوڑے لیکن خدا نے اس کے بدلے میں ان کو کس قدر مال دیئے۔ دس بیس سو دو سو ہزار دو ہزار نہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ [۱۵] جب فوت ہوئے تو تین کروڑ روپیہ ان کے گھر سے نکلا۔ [۱۶] جو آج کل بھی جب کہ دولت کی کثرت ہے کسی کے پاس ہو تو اسے بڑا دولت مند سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اُس وقت جب کہ اشیاء کی قیمت سستی اور روپے کی قیمت گراں تھی' صحابہؓ کے اموال کی یہ حالت تھی۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا واقعہ ہے کہ وہ ایک جگہ کے گورنر تھے ان کے پاس کسریٰ کا درباری رومال تھا کھانسی جو آئی تو اس رومال میں تھوکا اور کہا۔ واہ واہ! ابو ہریرہ کسریٰ کے رومال میں تھوکتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا۔ میں رسول کریم ﷺ کی باتیں سننے کے لئے مسجد نبوی میں پڑا رہتا تھا اور میں کسی وقت بھی مسجد سے دور جانا اس لئے پسند نہ کرتا تھا کہ شاید کسی وقت رسول کریم ﷺ آئیں اور میں نہ ہوں اور کوئی بات سننے سے رہ جائے۔ اس حال میں بعض اوقات یہ حالت ہو جاتی کہ بھوک کے مارے میرے منہ سے بات نہیں نکل سکتی تھی۔ اور بھوک میں ہی سات سات وقت گذر جاتے۔ چونکہ صحابہؓ سوال نہیں کرتے تھے اس لئے حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بھوک سے بیتاب ہو گیا اور اتنے میں حضرت عمرؓ گذرے میں نے ان سے آیت صدقہ کے معنے پوچھے۔ انہوں نے بتائے اور چلے گئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ کیا میں اس آیت کے معنے نہیں جانتا تھا۔ میرا تو یہ مطلب تھا کہ وہ میری حالت دیکھیں اور کھانے کے لئے دیں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ آئے۔ میں نے ان سے بھی اسی آیت کے معنے پوچھے۔ وہ بڑے صدقہ کرنے والے تھے مگر انہوں نے بھی معنے بتائے اور چلے گئے لیکن کیا میں اس آیت کے معنے نہیں جانتا تھا۔ اتنے میں حضرت نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور آپؐ نے میرا چہرہ دیکھ کر فرمایا۔ ابو ہریرہ تم بھوکے ہو۔ آپؐ کے پاس دودھ کا پیالہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ دوسرے غرباء کو بھی جمع کر لو اور ہم سب سات

تھے۔ آپ ؐ نے فرمایا۔ پہلے ان کو پلاؤ۔ میں ڈرا کہ یہ دودھ ختم نہ ہو جائے مگر ان سب نے پیا اور قسم ہے خدا کی پیالہ اسی طرح بھرا ہوا تھا۔ پھر مجھے دیا۔ میں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اور پیو۔ میں نے پیا۔ آپ ؐ نے فرمایا اور پیو۔ میں نے اور پیا۔ اور یہاں تک میں نے پیا کہ مجھے معلوم ہوا کہ میرے ناخنوں سے دودھ نکل جائے گا۔ ۱۷ پھر بعض اوقات میری فاقہ سے یہ حالت ہوتی تھی کہ میں بے ہوش ہو کر گر جاتا تھا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ مجھے مرگی ہو گئی ہے اور عرب میں قاعدہ تھا کہ مرگی والے کو جوتے مارتے تھے کہ اس سے ہوش آ جائے۔ لوگ یہ نہ سمجھتے تھے کہ بھوک کی وجہ سے میرا یہ حال ہوا ہے اس لئے مجھے مارتے تھے۔ یا تو میری یہ حالت تھی یا اب یہ حال ہے کہ کسریٰ جو آدھی دنیا کا بادشاہ تھا اس کے خاص درباری رومال میں میں تھوکتا ہوں۔ ۱۸

صحابہؓ نے جو قربانیاں کیں وہ بدلے کے لئے نہیں کی تھیں۔ نیکی کا کام خود اپنے اندر ایک لذت اور راحت رکھتا ہے۔ جو شخص ایک ڈوبتے ہوئے کو بچاتا ہے اس کو اتنی خوشی ہوتی ہے کہ ایک بادشاہ کو ایک ملک کے فتح کرنے پر نہیں ہو سکتی۔ کسی بے کس اور بے بس کی مدد سب سے بڑا کام ہے اور سب سے بڑی خوشی ہے اور سب سے زیادہ بے کس وہ شخص ہے جو خدا سے دور ہوتا ہے۔ ایک فاقہ کش شخص کی حالت ہزار درجہ بہتر ہے اُس بادشاہ سے جس کے خزانے روپیہ سے پُر ہیں اور ملکوں پر اس تصرّف ہے مگر وہ اپنے رب سے دور ہے۔ اگر وہ خوش ہے تو اس کی خوشی اس نادان بچے کے مانند ہے جس کی ماں مرگئی ہو اور وہ خیال کرتا ہو کہ یہ مجھ سے روٹھ گئی ہے اور وہ اس کو منانے کے لئے اس کے منہ پر ہاتھ مارتا اور کہتا ہو کہ ماں تُو مجھ سے بولتی کیوں نہیں کیا تو مجھ سے روٹھ گئی ہے۔ حالانکہ وہ نادان نہیں جانتا اس کی ماں کی خاموشی عارضی نہیں بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے اس کو چھوڑ گئی ہے۔ پس کوئی شخص خواہ کتنے ہی خزانے اور جائدادیں رکھتا ہو اگر وہ خدا سے دور ہے تو ایک سنسان جنگل میں ہے اور سانپوں سے کھیلتا ہے جن کے زہر کا اسے علم نہیں۔ پس تم دنیا کی خوشی پر مت جاؤ۔ اس کی خوشیاں عارضی ہیں۔ دنیا داروں کے مال ان کے آرام اور ان کے علوم ہیچ ہیں جب کہ ان کا خدا سے تعلق نہیں۔ مگر تم دولتمند ہو۔ تم بادشاہ ہو کیونکہ خدا نے تم سے دوستی کی ہے۔ دنیا کے امیر تمہارے سامنے کچھ نہیں۔ پس تم خداداد دولت لیکر نکلو اور ان لوگوں کے پاس پہنچو جو دنیا کی نظروں میں امیر اور بادشاہ اور دولتمند ہیں مگر درحقیقت وہ محتاج اور سخت محتاج ہیں۔

آج عید ہے۔ تم نے صدقہ و خیرات کیا ہے اور اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کیا ہے مگر دنیا کا بہت بڑا حصہ ہے جو ظاہر میں عید کرتا نظر آتا ہے لیکن دراصل ان کے گھروں میں ماتم ہے۔ وہ خدا سے جدا ہیں اور خدا ان سے جُدا ہے۔ انہوں نے خدا کی رحمت کے دامن کو چھوڑ کر اپنے تئیں ہلاک کر دیا اور ان کی حالت یہ ہے کہ گویا وہ سانپ یا شیر کے منہ میں چلے گئے۔ تمہارا ہاتھ خدا نے اپنے مامور کے ہاتھ میں دے دیا اس لئے آج تمہارے سوا کسی کی عید نہیں۔ تم سے زیادہ کس کی عید ہوگی جنہوں نے خدا کے مامور اور مرسل کا زمانہ پایا اور اس کو قبول کیا۔ تمہارا خوشیاں منانا جائز ہے کیونکہ تم نے اس مامور کا زمانہ پایا ہے جس کا انتظار کرتے کرتے اُمتیں گذر گئیں اور جس کی آمد کی بشارتیں نبیوں نے دیں۔ تم نے اس کو شناخت کیا اس لئے عید تمہاری ہی عید ہے۔

مگر میں کہتا ہوں کہ تم ان غریبوں کی طرف دیکھو جو خدا سے بیگانہ ہیں اور انہوں نے خدا کے بندوں کو خدا بنا لیا۔ وہ بندہ جو خدا کے بندوں میں بھی بہت بڑا نہیں بلکہ کئی سے چھوٹا ہے جو موسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یقیناً چھوٹا ہے۔ پس ان کی کیا عید ہوگی جو سچے خدا کو چھوڑ کر بندوں کو خدا بنا بیٹھے ہیں۔ ان کے لئے تو یہ عید کا دن نہیں۔ مگر جن دنوں میں ہمارا جلسہ ہوتا ہے وہ ان کی عید کا دن ہوتا ہے۔ [۱۹] ان کے لئے کیا خوشی کی بات ہے۔ کیا وہ لوگ خوش ہو سکتے ہیں جن کے ایک انسان کو خدا بنانے پر خدا تعالیٰ اس قدر ناراض ہے کہ فرماتا ہے۔ ان کو وہ عذاب دوں گا جو پہلے کسی کو نہ دیا۔ [۲۰] پس ان کی حالت قابل رحم ہے گو یورپ کے بڑے بڑے لوگ بظاہر خوش نظر آتے ہیں اور ان کی دنیاوی حیثیت بڑی ہے مگر وہ تمہاری نظروں میں مُردہ ہیں۔ ان کی حالت پر رحم کرنا چاہئے اور ان کو خدا کی طرف لانا چاہئے۔ پھر مسلمان کہلانے والے جو آج عید منانے میں ہمارے ساتھ شامل ہیں ان کی حالت بھی قابل رحم ہے کیونکہ انہوں نے خدا کے اس مرسل کا انکار کیا ہے جس کو رسول کریم ﷺ نے سلام کہا۔ [۲۱] اور وہ جن کی قبروں پر سجدہ کرتے ہیں ان کی خواہش تھی کہ کاش ان کی غلامی ہمیں مل جائے۔ وہ بزرگ جن کو یہ بڑا ہی بزرگ خیال کرتے ہیں اپنی زندگی میں مسیح موعود علیہ السلام کا انتظار کیا کرتے تھے۔ [۲۲] مگر جب وہ آیا تو ان لوگوں نے قدر نہ کی اور مسیح موعود سے تعلق نہ کیا۔ پھر ان کے لئے کیسی عید ہے جن کو خدا کی طرف سے دعوت کا پیغام آیا اور انہوں نے اس کو رد کر دیا وہ خدا کے حضور مجرم ہیں اور کہیں مجرموں کے لئے بھی عید

ہوا کرتی ہے۔

سُستیاں بہت ہو چکیں۔ اب وقت ہے تم میں سے چھوٹا بڑا' بے پڑھا اور عالم سب خدمت دین کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ تم میں جاہل کوئی نہیں بے پڑھے لکھے ہونا جہالت نہیں کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پڑھے لکھے نہ تھے۔ ۲۳ جاہل وہ ہے جس کو خدا کی معرفت نہ ہو۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے خوب کہا ہے کہ انسان روٹی سے زندہ نہیں رہتا بلکہ خدا کے کلام سے زندہ رہتا ہے۔ ۲۴ پس تمہیں عرفان حاصل ہے۔ تمہیں خدا کی طرف سے ایک دولت ملی ہے اور تمہیں ایک قوت اور ہتھیار دیا گیا ہے۔ اگر تم اس طاقت اور ہتھیار کو استعمال نہیں کرو گے تو وہ طاقت ضائع ہو جائے گی اور ہتھیار ناکارہ ہو جائے گا کیونکہ جس چیز کو حرکت نہ دی جائے وہ ناکارہ ہو جاتی ہے۔ اگر ہاتھ کو بے جُنبش رکھا جائے تو وہ شل ہو جاتا ہے۔ پس تمہیں جو روحانی طاقت ملی ہے تم اس کو خرچ کرو۔ ورنہ اگر تم خدا کے رستہ میں خرچ نہیں کرو گے اور محتاجوں کو نہیں دو گے تو اس طاقت سے محروم ہو جاؤ گے۔ پس ہمت کرو اور بڑھتے چلے جاؤ اور دنیا کے کناروں تک جا کر خدا کے نام کو پھیلا دو۔ اس راستہ میں تمہیں جو بھی قربانی کرنی پڑے اس سے مت گھبراؤ اور نہ رُکو۔ اگر تمہیں اس راہ میں اپنی عزیز سے عزیز چیز قربان کرنی پڑے تو کرو اور صرف ایک مقصد لے کر کھڑے ہو جاؤ اور اس عرفان کے خزانے کو دنیا میں پہنچاؤ جس کے لئے احادیث میں آیا ہے کہ مسیح موعود خزانے تقسیم کرے گا مگر لوگ لیں گے نہیں۔ ۲۵ مسیح موعود علیہ السلام نے تمہیں قرآن کے خزانے دیئے ہیں۔ ان کو تمام دنیا میں پہنچا دو اور پھیلا دو۔ اس وقت ضرورت ہے کہ تمام دنیا سے سلوک کرو۔ خواہ بادشاہ ہوں یا امیر وہ سب تمہارے محتاج ہیں۔

درحقیقت کوئی خوشی مکمل نہیں ہوتی جب تک بھائی بند بھی خوش نہ ہوں چونکہ تمام دنیا کے باشندے خواہ وہ عیسائی ہوں یا یہودی' ہندو ہوں یا سکھ وہ سب ہمارے بھائی ہیں کیونکہ ہمارے دادا آدم کی اولاد ہیں اس لئے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہمیں تو خدا مل گیا ہو اور ہم ان سے غافل ہو جائیں اور ان کی پرواہ نہ کریں۔ میں نصیحت کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ تم ان خزانوں کو جو تمہیں دیئے گئے ہیں دنیا میں پہنچاؤ اور وہ طاقتیں جو تمہیں دی گئی ہیں استعمال میں لاؤ۔ تم مت آرام لو جب تک کہ خدا کے دین کو دنیا کے کناروں تک نہ پہنچا دو کیونکہ تمہاری ذمہ داری ختم نہیں ہوتی جب تک کہ ہر ایک کو خدا کے حضور میں

نہ کھڑا کردو۔

مجھے ایک قصہ یاد کر کے ہمیشہ لذت حاصل ہوتی ہے۔ ایک دفعہ ترکوں اور یونانیوں میں جنگ ہوئی۔ یونانیوں کا ایک قلعہ تھا جو پہاڑی پر واقع تھا اور بہت مضبوط تھا۔ یورپ والوں کا خیال تھا کہ تُرک اس کو جلدی فتح نہیں کر سکتے اور اتنے میں ہم بیچ بچاؤ کر کے صلح کرا دیں گے۔ گو تُرکوں کے جرنیل عموماً خائن ہوتے رہے ہیں مگر بعض اعلیٰ درجہ کے بھی ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک ترکی فوج کا کمانڈر جس کو اپنے وطن اور قوم کی عزت کا احساس تھا اس نے اپنے تھوڑے سے سپاہیوں کو جو اس کے ماتحت تھے جمع کیا اور ایک تقریر کی جس میں بُزدلی سے نفرت دلائی اور نیک نامی سے مرنے کی فضیلت بدنامی سے جینے پر ثابت کی اور پھر بڑے زور سے حملہ کیا۔ چونکہ انہوں نے نیچے سے اوپر چڑھنا تھا اور دشمن سر پر تھا اس لئے وہ آسانی سے ان کو نقصان پہنچا سکتا تھا اور ترک اس کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ بہت دفعہ حملہ کیا گیا مگر اوپر نہ چڑھ سکے۔ آخر اس جرنیل کو ایک گولی لگی اور وہ گر پڑا۔ دشمنوں نے خوشی کا نعرہ لگایا کیونکہ انہوں نے سمجھا اب تُرکوں کو شکست ہو جائے گی لیکن دراصل جرنیل کو گولی لگنا ترکوں کی شکست کی علامت نہ تھی بلکہ اس میں ان کی فتح تھی۔ جب جرنیل گر پڑا اور لوگ اسے میدانِ جنگ سے اٹھا کر علیحدہ جگہ میں لے جانے لگے تاکہ اس کی مرہم پٹی کریں تو اس نے اپنے ماتحتوں کو جن سے وہ بہت محبت کرتا تھا اور وہ بھی اسے اپنا محبوب سمجھتے تھے کہا کہ تمہیں خدا کی قسم ہے میرے جسم کو ہاتھ مت لگاؤ۔ اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے اور میری اس آخری گھڑی میں مجھ سے اظہارِ الفت کرنا چاہتے ہو تو اس کا صرف یہی طریق ہے کہ میری قبر اس قلعہ میں بناؤ۔ اگر یہ نہیں کر سکتے تو مجھے یہیں پڑا رہنے دو کہ میری لاش کو کوّے اور کتّے کھا جائیں۔ جرنیل کے اس قول نے سپاہیوں کو دیوانہ بنا دیا اور انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور اس زور کا حملہ کیا کہ قلعہ پر چڑھ کر قبضہ کر لیا اور اس جدوجہد میں ان کے ناخن تک اُڑ گئے اور یورپ حیران رہ گیا جب یہ خبر شائع ہوئی کہ یونان کا فلاں قلعہ ترکوں نے فتح کر لیا۔

اسی طرح ایک عورت کا قصہ انگریزی ریڈروں میں طلباء نے پڑھا ہو گا کہ ایک عورت کے بچے کو عُقاب اٹھا کر ایک پہاڑ پر لے گیا۔ عورت بھی اس کے پیچھے گئی اور پہاڑ پر چڑھ کر عقاب کے گھونسلے تک پہنچ گئی اور اپنے بچے کو نکال لائی۔ جب اس نے اپنے بچے کو سینہ سے لگایا اور خوش ہو چکی تو اسے ہوش آیا اور پھر اس کے لئے پہاڑ سے اُترنا مشکل ہو گیا۔ لوگوں

نے بمشکل اسے اتارا۔ اس سے پوچھا کہ تو کیونکر چڑھ گئی تھی۔ اس نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں کیسے چڑھی تھی۔ میں تو صرف یہ دیکھ رہی تھی کہ میرے بچے کو عُقاب ادھر لے گیا ہے اور اُدھر ہی خود جا رہی تھی۔ دیکھو ایک عورت نے اس بچے کی تلاش میں وہ کام کیا جو بڑے بڑے مرد بھی نہیں کر سکتے تھے۔

پس تم بتاؤ کہ تمہیں خدا کے دین سے اس سے زیادہ محبت نہیں ہونی چاہئے جو عورت کو اپنے بچے سے یا ترک سپاہیوں کو اس جرنیل سے تھی۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ رسول کریم ﷺ کا جسم مبارک اعتراضوں سے زخمی کیا گیا ہے۔ اسلام مُردہ کی مانند ہے اور زخموں سے چور ہے۔ خدا تعالیٰ کا جسم بھی مثالی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ چُور چُور ہے۔ کیا تم اس نظارے کو برداشت کر سکتے ہو کہ خدا اور رسول کریم ﷺ اور اسلام کا جسم اعتراضوں کے زخموں سے چُور ہو اور تم آرام سے بیٹھے رہو۔ کیا تمہیں خدا، اسلام اور رسول کریم ﷺ کی محبت میں دیوانہ نہیں ہونا چاہئے؟ پس تم ایک دیوانگی پیدا کرو اور بد عقیدگی پر حملہ کرو اور دنیا کو اس نقطہ پر لاؤ کہ دنیا کو خدا اور اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود علیہ السلام قابلِ ستائش نظر آئیں۔ اللہ تعالیٰ تمام نقصوں سے پاک ہے مگر اس پر طرح طرح کے نقص لگائے جاتے ہیں۔ تم ان نقصوں کو دور کرو۔ اور اس احساس کے ساتھ کھڑے ہو کہ سب لوگوں کو ایک دین پر جمع کر دیں گے اور تمام مسکینوں اور محتاجوں کو اور تمام ڈوبتے ہوؤں کو بچائیں گے اور اپنی ہر ایک راحت اور آرام کو اس راہ میں قربان کر دیں گے اب میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

دوبارہ کھڑے ہو کر فرمایا:۔

دعا میں یہ یاد رکھو میں نے پہلے بھی نصیحت کی ہے کہ دعا کی قبولیت کے لئے بعض شرائط ہیں اور کچھ سامان ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی حمد کی جائے، سورۃ فاتحہ پڑھی جائے، نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا جائے۔ ۲۶ء میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ آپ دعا کرنے سے پہلے دل میں سورہ فاتحہ پڑھیں اور پھر درود پڑھیں۔ اس ذریعہ سے جو دعا کی جائے گی اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے گا۔ اور ساتھ ہی نیت اور ارادہ بھی کریں۔ اگر نیت اور ارادہ نہ ہو گا تو آپ لوگوں کی دعائیں زبانی ہوں گی جو عرش پر نہیں پہنچیں گی اور جن میں نیت اور ارادہ شامل ہو گا وہ خدا کے فضل کو کھینچ لائیں گی۔

اس کے بعد حضور نے دعا کروائی اور دعا کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا:۔

ایک بات اور ہے۔ رمضان ختم ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ کا طریق تھا کہ شوال کے مہینہ میں عید کا دن گذرنے کے بعد چھ روزے رکھتے تھے۔ [۲۷] اس طریق کا احیاء ہماری جماعت کا فرض ہے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے اس کا اہتمام کیا تھا کہ تمام قادیان میں عید کے بعد چھ دن تک رمضان ہی کی طرح اہتمام تھا۔ آخر میں چونکہ حضرت صاحب کی عمر زیادہ ہو گئی تھی اور بیمار بھی رہتے تھے اس لئے دو تین سال بعد آپ نے روزے نہیں رکھے۔ جن لوگوں کو علم نہ ہو وہ سن لیں اور جو غفلت میں ہوں ہوشیار ہو جائیں کہ سوائے ان کے جو بیمار اور کمزور ہونے کی وجہ سے معذور ہیں چھ روزے رکھیں۔ اگر مسلسل نہ رکھ سکیں تو وقفہ ڈال کر بھی رکھ سکتے ہیں۔

(الفضل ۸۔ جون ۱۹۲۲ء)

---

[۱] مفردات امام راغب زیر لفظ "عود"

[۲] البقرۃ: ۱۸۴ تا ۱۸۸

[۳] الفضل ۲۹ مئی و یکم جون ۱۹۲۲ء

[۴] صحیح بخاری کتاب التہجد باب فضل قیام اللیل

[۵] المزّمّل: ۷

[۶] الانبیاء: ۷۰

[۷] تفسیر روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۳۷۳ مطبوعہ مصر ۱۳۰۱ھ

[۸] البقرۃ: ۱۵۵

[۹] صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ اُحد

[۱۰] صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ اُحد وقول اللہ تعالی واذ غدوت۔ صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب ثبوت الجنۃ لشھید۔

[۱۱] اشتہار تکمیل تبلیغ ۱۲۔ جنوری ۱۸۸۹ء شرط پنجم

[۱۲] السیرۃ الحلبیۃ جلد ۲ صفحہ ۱۷۹

[۱۳] البقرۃ: ۲۴۶، ۲۶۲

[۱۴] خلیفۂ رسول اللہ الرابع علی ابن ابی طالب۔ بنو ہاشم۔ ۱۰ ق ھ / ۶۰۰۔ ۴۰ھ / ۶۶۱ء

خلافت ۳۴ھ /۶۵۶ء

۱۵ عبد الرحمٰن بن عوف۔ بنو زہرہ ۵۷۹ء

۱۶ الاصابة جلد ۴ صفحہ ۱۰۰۰ وسیر الصحابة جلد اول صفحہ ۱۲۰

۱۷ صحیح بخاری کتاب الرقاق کیف کان عیش النبی و اصحابه

۱۸ صحیح بخاری کتاب الاعتصام باب ما ذکر الله النبی الخ

۱۹ کرسمس ۲۵ دسمبر عیسائیوں کے نزدیک مسیح علیہ السلام کا یوم ولادت ہے جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ بھی ان دنوں میں ہی یعنی ۲۶ '۲۷ '۲۸ دسمبر کو ہر سال انعقاد پذیر ہوتا ہے۔

۲۰ المائدة:۱۱۶

۲۱ درّ منثور جلد ۲ صفحہ ۳۴۵ ' مسند احمد بن حنبل جز ۶ صفحہ ۳۰

۲۲ ازالہ اوہام جلد ۲ صفحہ ۴۸۱ تا ۴۸۸ روحانی خزائن جلد ۳

۲۳ العنکبوت:۴۹

۲۴ متی باب ۴ آیت ۴

۲۵ صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسی بن مریم

۲۶ سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰة باب الدعاء

۲۷ ترمذی ابواب الصوم باب ماجاء فی صیام ستة ایام من شوال